استفتاء

حضرت مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نکاح کے موقع پر شوہر کے دوسری شادی نہ کرنے کی شرط لگانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر یہ شرط لگائی جائے کہ اگر شوہر نے بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کی تو اتنی رقم بیوی کو ادا کرنی پڑے گی، تو اس شرط کا کیا حکم ہے؟

مستفتی: عبد اللہ

الجواب باسم ملهم الصواب

جواب سے قبل بطورِ تمہید یہ بات واضح رہے کہ اگر شوہر دوسری شادی کرتا ہے اور وہ دونوں بیویوں کے درمیان عدل و برابری کرتا ہے، نیز دونوں بیویوں کا نان ونفقہ ادا کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہے تو شریعت کی نظر میں اس کا دوسری شادی کرنا ایک امر مباح اور جائز فعل ہے۔ مذکورہ بالا شرائط کی پابندی کے ساتھ شریعت اسے دوسری شادی کرنے کی اجازت دیتی ہے۔

اس تمہید کے بعد اصل سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ شرط لگائی جائے کہ شوہر دوسری شادی نہیں کرے گا تو یہ شرط فی نفسہ جائز ہے، لیکن ایسے جائز امور سے روکنے کی شرط لگانا شرعاً پسندیدہ نہیں۔ پھر اگر شوہر کی رضامندی سے یہ شرط طے ہوگئی تو اس شرط کی حیثیت ایک وعدہ کی ہوگی، جس کی پابندی قضاءً واجب نہیں ہوگی، البتہ دیانۃً واجب ہوگی، لہٰذا اگر شوہر کسی شرعی عذر کے بغیر دوسری شادی کرے گا تو اگرچہ دوسرا نکاح صحیح ہو جائے گا لیکن وہ وعدہ خلافی کے سنگین گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

اور اگر یہ شرط لگائی گئی کہ اگر شوہر نے بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کی تو اتنی رقم بیوی کو ادا کرنے کا پابند ہوگا تو چونکہ یہ شرط مالی جرمانہ پر مشتمل ہے، اور اکثر فقہاء کے نزدیک عام لوگوں کا ایک دوسرے پر مالی جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے یہ شرط لگانا شرعاً درست نہیں، البتہ چونکہ اس میں دوسری شادی نہ کرنے کا وعدہ بھی ہے، اس لیے اگر شوہر نے کسی شرعی عذر کے بغیر دوسری شادی کی تو وہ وعدہ خلافی کا گناہ گار ہوگا، لیکن بیوی کو اس سے جبراً یہ رقم وصول کرنے کا شرعاً حق نہیں ہوگا۔

صحيح البخاري - (7 / 20)

حدثنا أبو الوليد هشام بن عبد الملك، حدثنا ليث، عن يزيد بن أبي حبيب، عن أبي الخير، عن عقبة، عن النبي ﷺ قال: «أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج»

Scanned by CamScanner

السنن الكبرى للبيهقي كتاب الغصب باب من غصب لوحا.....(6 / 100)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله -ﷺ- قال:« لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه ».

الدر المختار كتاب الحدود باب التعزير (4 / 61 ط سعيد)

(لا بأخذ مال في المذهب) بحر. وفيه عن البزازية: وقيل يجوز، ومعناه أن يمسكه مدة لينزجر ثم يعيده له،

وفی رد المحتارتحته:

(قوله:لا بأخذ مال في المذهب) قال في الفتح: وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة لا يجوز. اهـ. ومثله في المعراج، وظاهره أن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف. قال في الشرنبلالية: ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه اهـ

الفتاوى الهندية كتاب الحدود،الباب السابع،فصل في التعزير(181/2 ط دارالفكر)

....وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة الثلاثة لا يجوز كذا في فتح القدير. ومعنى التعزير بأخذ المال على القول به: إمساك شيء من ماله عنده مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه،لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي كذا في البحر الرائق.

..... والله سبحانه أعلم وعلمه أتم وأحكم

دستخط : مفتی محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

الجواب صحیح

۱۸/۱۲/۳۹ھ

مفتی

علی رضا

دار الافتاء صادق آباد

18/ذی الحجہ 1439ھ

30/اگست 2018ء

دار الافتاء

فتویٰ نمبر ۶۷۹

مورخہ ۱۸/۱۲/۳۹ھ

نوٹ ۱۔۔جواب سوال کے مطابق ہے۔صحت سوال کی ذمہ داری مستفتی پر ہے۔

۲۔۔ادارہ کسی بھی قانونی وغیر قانونی کاروائی کی صورت میں کسی بھی قسم کا ذمہ دار نہیں اور نہ ہی فریق بنے گا۔

Scanned by CamScanner